وزیر اعظم اور اخبارات و رسائل

وزیر اعظم نے ادیبوں، دانشوروں اور اے پی این ایس کے اجلاس میں غیظ و غضب سے لتھڑے ہوئے الفاظ کا بے باکانہ استعمال کیا اور حکومت پر تنقید کرنے والے اخبارات و رسائل کو "دم نہ کشیدن" کا۔ آموختہ دھرانے کا جاگیردارانہ "دبکا" مارا ہے۔ ناقد تو مصلح ہوتا ہے، بشرطیکہ سننے اور پڑھنے والا آنکھ، کان اور دل رکھتا ہو۔ یہ کان، آنکھ اور دل ہی تو حق کی طرف متوجہ کرتے اور حق کے لئے کچھ کرنے پر آمادہ کرتے ہیں، ورنہ حکمران اور قزاق میں کوئی فرق نہیں۔ نصیحت نہ قزاق سنتا ہے نہ مستبد حکمران۔ چڑھتا وہ بھی ہے یہ بھی۔ ناصح، ناقد اور مصلح کو ہر فاجر، جابر، ناہر اور مستبد حکمران نے پہلی فرصت میں مارا اور لتاڑا۔ اس کا قافیہ تنگ کیا تاکہ وہ کچھ کہنے سے باز رہے۔

رافضیوں، خارجیوں اور ان سے متاثر بعض اہلِ سنت و الجماعت نے بھی سیدنا معاویہؓ پر طرح طرح کے "مستبدانہ" الزامات لگائے ہیں۔ ان کی ذاتِ ستودہ صفات کو متنازع بنانے کی ناپاک کوشش کی حالانکہ تاریخ میں یہ حقیقت تسلیم ہے کہ...... سیدنا معاویہؓ ایک دن منبر پر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور انہوں نے حمد و ثنا کے بعد پہلا فقرہ ہی کہا کہ "ایھا الناس! اسمعوا واطیعوا" لوگو! سنو اور مانو!...... کہ ایک تابعی اٹھ کے کھڑے ہوئے انہوں نے کہا...... "نہ میں سنتا ہوں نہ مانتا ہوں"... سیدنا معاویہؓ فوراً اٹھے، وقفہ کیا، گھر جا کر غسل کیا اور واپس آ کے ان تابعی سے پوچھا کہ...... "آپ کیوں نہیں سنتے اور مانتے؟" جواب دیا کہ..... "تو نے رعیت پر کرم گستری کی بجائے من چاہے لوگوں کو نوازنا شروع کیا ہے۔ کیا یہ عوامی خزانہ تیرے باپ نے کمایا ہے یا تیری ماں نے ورثہ میں چھوڑا ہے؟" سیدنا معاویہؓ نے اس معترض کو جیل بھیجا نہ تھپڑ مارا، نہ اس پر تعزیری حربے استعمال کئے بلکہ اسے سرِ محفل مطمئن کیا۔ اور اس کی تسلی کی۔ سیدنا معاویہؓ پر اعتراضات کی بوچھاڑ کرنے والوں سے ہماری وزیر اعظم کو بھی خاص نسبت حاصل ہے۔ اور سب دریدہ دہن معترضین کی طرح موصوفہ بھی اس اموی خلیفۂ راشد کی گرد کو نہیں پہنچتیں۔ کاش! سیدنا معاویہؓ سے نہیں تو سیدنا علیؓ سے ہی انہوں نے سبق حاصل کیا ہوتا؟ برا ہوا اس دورِ خبیث کا کہ ہارورڈ یونیورسٹی" کے اسباق تو یاد ہیں مگر "مدینہ یونیورسٹی" کے حیات آموز اسباق فراموش.........

تفو بر تو اے چرخِ گرداں تفو

معیشت و سیاست

سیاست و معیشت باہم اس طرح گتھے ہوئے ہیں جیسے چٹیا کے بال، کہ انہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا! جس ملک کی معیشت مستحکم ہے اس ملک کی سیاست بھی مستحکم ہے۔ وہاں امن بھی ہو گا، حسنِ خلق اور مروت بھی ہو گی۔ انسانی ناتوں کا احترام بھی ہو گا اور انسانی جذبوں کی قدر بھی۔ سماجی رویے بھی خوبصورت ہوں گے اور سماجی قدریں ترقی پذیر بھی۔ لیکن ہمارے ملک پاکستان کی معاشیات "مضمحل" اور "اداس" ہیں۔ یہاں سوائے جاگیردار و صنعتکار کے کسی چہرے پر خوشی، مسرت، و فرحت کے آثار نہیں۔ پاکستان کی تین چوتھائی آبادی کے چہرے پر کرب، دکھ، اضطراب، پریشانی اور فکر مندی برس رہی ہے۔ غریب آدمی شام کا کھانا کھا کے فارغ ہوتا